37

(1) موجودہ نازک ایام میں خصوصیت سے دعائیں کرو!
(2) جماعت احمدیہ قادیان پر مولوی محمد علی صاحب کا بہت بڑا اتّہام اور بُہتان

(فرمودہ 12 دسمبر 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"یہ ہفتہ اپنے ساتھ پھر بہت سی ہولناک خبریں لایا ہے اور گزشتہ جمعہ اور اِس جمعہ کے دوران میں انگلستان اور جاپان کی لڑائی شروع ہو چکی ہے۔ ساتھ ہی ممالکِ متحدہ امریکہ بھی لڑائی میں شامل ہو گئے ہیں۔ گویا اب یہ جنگ پچھلی جنگ کی طرح عالمگیر ہو گئی ہے۔ چنانچہ اٹلی اور جرمنی نے بھی امریکہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے اور امریکہ نے بھی اٹلی اور جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ گویا اب ایشیا، امریکہ، یورپ، افریقہ اور آسٹریلیا سارے براعظم ہی اس جنگ میں شریک ہو چکے ہیں۔ یہ جنگ اپنی تباہی اور ہولناکی کے لحاظ سے شروع سے ہی پہلی جنگ سے بہت زیادہ تھی کیونکہ جو سامانِ جنگ گزشتہ پچیس سالوں میں ایجاد ہوئے ہیں وہ پہلے نہیں تھے۔ کئی نئی قسم کے بارود ایجاد ہوئے ہیں، کئی نئے طریق جہازوں اور شہروں کو تباہ کرنے کے نکالے گئے ہیں۔ اسی طرح ٹینکوں اور ہوائی جہازوں میں اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ پہلے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی ان کے مقابلہ میں کوئی نسبت ہی نہیں۔

غرض تباہی کے سامانوں کے لحاظ سے یہ جنگ پہلے ہی بہت خطرناک تھی لیکن بہت سے نادان اس وقت یہ سمجھا کرتے تھے کہ یہ جنگ یورپ میں لڑی جا رہی ہے اور ان ہوائی جہازوں، ٹینکوں، توپوں اور گولہ بارود سے انگریزوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، فرانسیسیوں کو نقصان پہنچ رہا ہے، جرمنی اور اٹلی والوں کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ہمیں اس جنگ سے کیا واسطہ ہے؟ لیکن اب یہ ساری دنیا میں ہی پھیل رہی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ تباہی کے سامان جو پچھلے دو سالوں میں یورپ میں استعمال ہوئے اب یورپ، امریکہ اور ایشیا سب جگہ استعمال ہوں گے اور یہ جنگ ہندوستان کے تو اس قدر قریب پہنچ چکی ہے کہ اب کلکتہ وغیرہ کو آسانی کے ساتھ بمبارڈ کیا جا سکتا ہے۔ فاصلہ کے لحاظ سے بے شک کلکتہ پنجاب سے دور نظر آتا ہے لیکن اگر ہم اس بات کو دیکھیں کہ ہمارے ملک میں دفاع کے سامان بہت کم ہیں تو یہ فاصلہ کی زیادتی کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ باقی ساری قومیں ہندوستان سے تعداد میں بہت کم ہیں مگر ان کے پاس دفاع کے سامان ہندوستان سے بہت زیادہ ہیں۔ اٹلی ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کی آبادی ہندوستان کی آبادی کا ساتواں حصہ ہے مگر اٹلی کی فوج ہندوستان کی فوج سے دس گنے زیادہ ہے۔ گویا ہندوستان سے دس گنے زیادہ فوج کو ہندوستان سے بیس گنے کم علاقہ کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ اگر اتنی ہی فوج ہندوستان کے پاس ہو۔ مثلاً ان کی فوج کا اندازہ ستر لاکھ کیا جاتا ہے اب اگر ستر لاکھ فوج ہندوستان کے پاس ہو تب بھی وہ اس خوش اسلوبی سے ہندوستان کا دفاع نہیں کر سکتی جس خوش اسلوبی سے اٹلی کی فوج اپنے ملک کا دفاع کر سکتی ہے کیونکہ اٹلی کے ایک ایک میل پر اگر دس دس سپاہی کھڑے ہو سکتے ہیں تو ہندوستان کے ایک ایک میل پر بمشکل آدھا سپاہی کھڑا ہو گا۔ تو کئی لوگ پہلے اس غلط فہمی میں مبتلا تھے بلکہ اب تک بعض لوگ اس غلطی فہمی میں مبتلا ہیں کہ یہ جنگ ہندوستان سے بہت دور ہے۔ حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ اب تو یہ جنگ یوں بھی قریب آ چکی ہے اور پھر حالات کے لحاظ سے تو ہندوستان کو بہت زیادہ خطرہ ہے کیونکہ اس کے پاس

دفاع کا کوئی سامان نہیں۔ ہندوستان کی حالت بالکل ایسی ہی ہے جیسے بعض لوگ کُتّے کی دُم میں پِیپہ باندھ دیتے ہیں۔ کُتّا دوڑتا جاتا ہے اور پِیپہ ہر جگہ ٹکراتا پھرتا ہے۔ خود ہندوستان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی حفاظت کر سکے ورنہ اسے اس بات کی آزادی ہے کہ وہ دفاع کے متعلق خود کوئی تجویز سوچ سکے، وہ مُردہ بدست زندہ کے طور پر انگریزوں کے ہاتھ میں ہے، وہ ہندوستان سے جتنی فوج بھرتی کرنا چاہیں اتنی ہی فوج بھرتی ہو سکتی ہے پھر جتنا سامانِ جنگ تیار کرنا چاہیں اتنا ہی تیار ہو سکتا ہے اور جس جگہ مقابلہ کرنا چاہیں اسی جگہ مقابلہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ہندوستان کی فوجوں کو باہر بھیجنا چاہیں تو باہر بھیج سکتے ہیں اور اگر ہندوستان کے اندر رکھنا چاہیں تو اندر رکھ سکتے ہیں۔ خود ہندوستانیوں کی آواز کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ ایسی صورت میں تھوڑے بہت سامان جو ہندوستانیوں کو حاصل ہیں ان کو بھی استعمال نہ کرنا درحقیقت بہت بڑی حماقت ہے۔ یہ خیال کر لینا کہ یہ صرف انگریزوں کی جنگ ہے اور اس میں اگر نقصان ہوا تو انگریزوں کا ہی ہو گا درست نہیں۔ اس لئے کہ اگر ہندوستان پر حملہ ہوا تو انگریزوں سے بہت زیادہ ہندوستانیوں کو نقصان پہنچے گا۔ اگر ہندوستان پر بمباری ہو تو انگریزوں کی بڑی سے بڑی آبادی کلکتہ میں ہے مگر وہاں بھی ہندوستانیوں کے مقابلہ میں ان کی کوئی نسبت ہی نہیں انگریز وہاں زیادہ سے زیادہ ایک فی صدی ہوں گے۔ کلکتہ کی آبادی اس وقت پندرہ لاکھ سے اوپر ہے اور انگریز زیادہ سے زیادہ پندرہ ہزار ہوں گے۔ پس یہ یقینی بات ہے کہ اگر وہاں بمباری کے نتیجہ میں سو آدمی مریں گے تو ان میں سے ایک انگریز ہو گا اور ننانوے ہندوستانی ہوں گے مگر پھر بھی ہم میں سے کئی ہیں جو حماقت سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس جنگ سے کیا ہے؟ اور مَیں خیال کرتا ہوں کہ ابھی تک ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن کے دلوں میں اس جنگ کی اہمیت کا احساس پورے طور پر پیدا نہیں ہوا۔ ان میں تبدیلی ضرور ہوئی ہے اور میرے متواتر خطبات کی وجہ سے ان کے خیالات ضرور بدل رہے ہیں مگر ابھی تک جماعت کے تمام افراد کے دلوں میں یہ احساس

پیدا نہیں ہوا کہ وہ اس خطرہ کو محسوس کریں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس جنگ کے شروع سے ہی اُس نے مجھے ایسی خبریں بتائیں جن میں سے اکثر بالکل واضح تھیں اور اپنے وقت پر نہایت شاندار رنگ میں پوری ہوئیں اور بعض دفعہ وہ ایسے اشاروں میں بھی تھیں کہ مَیں نے اُس وقت ان کے مفہوم کو نہیں سمجھا۔ مگر بعد میں جب واقعات ظاہر ہوئے تو ان خبروں کی صداقت روشن ہو گئی۔ مثلاً یہی جاپان کی جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ مَیں نے گزشتہ ہفتہ میں جمعرات یا جمعہ کی رات کو ایک رؤیا دیکھا جس کی تعبیر مَیں تو کچھ اور کرتا رہا مگر بعد میں جب اس جنگ کا آغاز ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کی تعبیر اَور تھی۔ مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک کوٹھڑی میں ایک شخص بیٹھا ہے اور وہ کچھ کاغذات جلا رہا ہے اور مَیں رؤیا میں ہی ایک اَور شخص سے کہتا ہوں کہ یہ شخص نہایت ضروری کاغذات جلا رہا ہے۔ خواب سے بیدار ہو کر مَیں نے اس کی کئی قسم کی تعبیریں کیں مگر جو اصل تعبیر تھی وہ میرے ذہن میں نہ آئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جب بھی حکومتوں کی آپس میں جنگ چھڑتی ہے تو چونکہ ہر ملک میں دوسرے ملک کے سفیر ہوتے ہیں اس لئے وہ سفیر اس وقت ضروری کاغذات جلادیتے ہیں تاکہ وہ کاغذات دوسری حکومت کے قبضہ میں نہ آئیں۔ ان کاغذات میں ان لوگوں کے نام ہوتے ہیں جنہیں انہوں نے پیسے دے دے کر خریدا ہوا ہوتا ہے یا دوسرے ملک کی ان تجاویز کا ذکر ہوتا ہے جو جنگ کے متعلق عمل میں لائی جانے والی ہوتی ہیں۔ مثلاً انگلستان میں جو جاپانی سفیر تھا اس کا صرف یہی کام نہیں تھا کہ وہ اپنی حکومت کی چِٹھیاں دوسری حکومت تک پہنچا دے بلکہ اس کا یہ بھی کام تھا کہ وہ کمزوروں کو پیسے دے دے کر خریدے۔ اسی طرح انگریزوں کی جنگ کی تجاویز معلوم کرے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کے پاس کئی قسم کی لسٹیں ہوتی ہیں کیونکہ کئی لوگ انہوں نے ایسے تیار کئے ہوئے ہوتے ہیں جن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ کارخانوں میں آگ لگا دیں اور اس طرح حکومت کو نقصان پہنچائیں۔ کئی لوگ انہوں نے ایسے تیار کئے ہوئے

ہوتے ہیں جن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ جہازوں وغیرہ کے کارخانوں میں کام کرتے ہوئے کسی ضروری پُرزے میں نقص پیدا کر دیں تا کہ جب جہاز تیار ہو کر جنگ کے لئے آئیں تو انہیں آسانی سے تباہ کیا جا سکے۔ غرض سفیر مختلف کام کرتے رہتے ہیں اور جب جنگ کا اعلان ہوتا ہے تو وہ ان کاغذات کو جلا دیتے ہیں تا کہ کسی کے قبضہ میں نہ آ جائیں۔ چنانچہ پہلے دن جب جنگ کی خبر شائع ہوئی تو ساتھ ہی یہ خبر آئی کہ جاپانی سفارت خانہ میں جاپانیوں کو کاغذ جلاتے دیکھا گیا ہے۔ اس خبر کا یہ مطلب نہیں کہ یہ کام صرف جاپانیوں نے ہی کیا ہے بلکہ اس قسم کے کاغذات انگریزوں نے بھی جلائے ہوں گے، امریکنوں نے بھی جلائے ہوں گے۔ خبروں میں صرف ایک ملک کے سفارت خانہ کا حال بیان ہو گیا ہے کیونکہ کاغذات جلاتے وقت کسی اخباری رپورٹر کی نگاہ اس پر پڑ گئی ہو گی۔ بہرحال اس جنگ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھا کر مجھے بتایا کہ اب کوئی نئی حکومت جنگ میں شامل ہونے والی ہے اور اس کے سفارت خانوں میں ضروری کاغذات جلائے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح جس دن جنگ کا آغاز ہوا ور ہم کو اس کی اطلاع آئی اس سے پہلی رات مجھے ایک جنگ کا نظارہ خواب میں دکھایا گیا مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اس نے خواب کا نظارہ مجھے مقامی ماحول میں دکھایا۔ اسی رنگ کے نظارے مجھے پہلے بھی دکھائے جا چکے ہیں۔ مجھے دکھایا گیا کہ ہمارے باغ اور قادیان کے درمیان جو تالاب ہے اس میں قوموں کی لڑائی ہو رہی ہے مگر بظاہر چند آدمی رسہ کشی کرتے نظر آتے ہیں کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر یہ جنگ یونان تک پہنچ گئی تو اس کے بعد یکدم حالات متغیّر ہوں گے اور جنگ بہت اہم ہو جائے گی۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ یکدم اعلان ہوا ہے کہ امریکہ کی فوج ملک میں داخل ہو گئی ہے اور مَیں دیکھتا ہوں کہ امریکہ کی فوج بعض علاقوں میں پھیل گئی ہے مگر وہ انگریزی حلقۂ اثر میں آنے جانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالتی۔ اب یہ نظارہ دکھایا تو قادیان کے ماحول میں گیا مگر اس میں جنگ کی قریباً تفصیلات بتا دی گئی ہیں حتّٰی کہ امریکہ کے انگریزوں کی

تائید میں جنگ میں شامل ہونے کا بھی ذکر ہے۔ غرض یہ اللہ تعالیٰ کا طریق ہے کہ وہ کبھی ایک قریب کی چیز دکھاتا ہے اور مراد اُس سے دُور کی چیز ہوتی ہے اور کبھی دُور کی چیز دکھاتا ہے اور مراد اُس سے قریب کی چیز ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس نہایت ہی لطیف مضمون کو "آئینہ کمالات اسلام" میں بیان فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ ایک چھوٹی چیز کو بڑی شکل میں یا قریب کی چیز کو دور کی چیز کی صورت میں دکھائے جانے کی مثال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتانا صرف یہ تھا کہ آپ کے گیارہ بھائی اور ماں باپ آپ کے تابع فرمان ہو جائیں گے مگر دکھایا یہ گیا کہ گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند نے آپ کو سجدہ کیا ہے۔ اب کتنا بڑا نظامِ عالم حضرت یوسف علیہ السلام کو دکھایا گیا مگر مراد یہ تھی کہ ان کے بھائی اور ماں باپ ان کے تابع ہوں گے۔ اسی طرح کبھی ایک بڑی چیز کو چھوٹا کر کے دکھا دیا جاتا ہے۔ اس کی مثال میں بھی آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے ایک واقعہ کو ہی پیش کیا ہے کہ بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جنہیں سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اسی طرح سات سبز اور چند خشک بالیں اسے خواب میں دکھائی گئیں۔ 1 یہ نظارہ بظاہر بالکل معمولی ہے مگر اس سے مراد یہ تھی کہ ایک اتنا عظیم الشان قحط پڑے گا جس کا اثر سات سال تک رہے گا۔ یہ کتنا ہولناک نتیجہ ہے جو خواب سے ظاہر ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے خواب میں گائیں دکھا دیں حالانکہ گائیوں کا کیا ہے تیس چالیس روپے تک میں آ جاتی ہیں مگر ان گائیوں وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ ملک کے رفاہ اور اس کی ترقی کو سخت نقصان پہنچے گا۔ سات سال تک قحط پڑے گا اور ہزاروں لوگ بھوک کی وجہ سے مر جائیں گے تو بعض دفعہ ایک چھوٹی چیز دکھائی جاتی ہے اور مراد اس سے بڑی ہوتی ہے اور بعض دفعہ ایک بڑی چیز دکھائی جاتی ہے اور مراد اس سے چھوٹی ہوتی ہے۔

مجھے بھی اسی قسم کا ایک رؤیا ہوا۔ مَیں نے دیکھا کہ مَیں ایک مکان میں ہوں

جو ہمارے مکانوں سے جنوب کی طرف ہے اور اس میں ایک بڑی بھاری عمارت ہے جو کئی منزلوں میں ہے۔اس کئی منزلہ عمارت میں مَیں بھی ہوں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یکدم غنیم حملہ کر کے آ گیا ہے اور اس غنیم کے حملہ کے مقابلہ کے لئے ہم سب لوگ تیاری کر رہے ہیں۔ مَیں اس وقت اپنے آپ کو کوئی کام کرتے نہیں دیکھتا مگر مَیں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مَیں بھی لڑائی میں شامل ہوں۔یوں اس وقت مَیں نے نہ توپیں دیکھی ہیں، نہ کوئی اور سامانِ جنگ۔ مگر مَیں سمجھتا یہی ہوں کہ تمام قسم کے آلاتِ حرب استعمال کئے جارہے ہیں۔اسی دوران میں مَیں نے محسوس کیا کہ وہاں پٹرول کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے۔مَیں تیزی سے اتر کر نچلی منزل میں آتا ہوں اور کہتا ہوں پٹرول ختم ہو گیا ہے۔ اس وقت مَیں خیال کرتا ہوں کہ ہمیں پٹرول موٹروں کے لئے نہیں چاہئے بلکہ دشمن پر پھینکنے کے لئے پٹرول کی ضرورت ہے۔چنانچہ مجھے کسی شخص نے بتایا کہ نیچے ایک تہہ خانہ ہے جس میں پٹرول موجود ہے اس پر ایک شخص اس تہہ خانہ میں گیا اور چھ گیلن پٹرول کی بیرل لے کر آ گیا۔ساتھ ہی اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک سیڑھی ہے تاکہ سیڑھی کی مدد سے وہ اوپر چڑھ کر دشمن پر پٹرول پھینک سکے۔یہ دونوں چیزیں اٹھا کر اس نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا اور اتنی تیزی سے وہ چڑھنے لگا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گر جائے گا۔ چنانچہ مَیں اسے کہتا ہوں سنبھل کر چڑھو، ایسا نہ ہو کہ گر جاؤ اور خواب میں مَیں حیران بھی ہوتا ہوں کہ یہ کیسا بہادر آدمی ہے کہ اس کے ایک ہاتھ میں چھ گیلن یعنی تیس سیر پٹرول ہے، دوسرے ہاتھ میں سیڑھی ہے اور یہ اس بہادری سے چڑھتا چلا جاتا ہے۔ پھر یہ نظارہ بدل گیا اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے ہم اس مکان سے نکل آئے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دشمن غالب آ گیا ہے اور ہمیں وہ جگہ چھوڑنی پڑی ہے۔باہر نکل کر ہم حیران ہیں کہ کس جگہ جائیں اور کہاں جا کر اپنی حفاظت کا سامان کریں۔اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ مَیں آپ کو ایک جگہ بتاتا ہوں آپ پہاڑوں پر چلیں وہاں ایک اٹلی کے پادری نے گرجا بنایا ہوا ہے

اور ساتھ ہی اس نے بعض عمارتیں بھی بنائی ہوئی ہیں جنہیں وہ کرایہ پر مسافروں کو دے دیتا ہے۔ وہاں چلیں، وہ مقام سب سے بہتر رہے گا۔ مَیں کہتا ہوں بہت اچھا۔ چنانچہ مَیں گائیڈ کو ساتھ لے کر پیدل چل پڑتا ہوں۔ ایک دو دوست اَور بھی میرے ساتھ ہیں۔ چلتے چلتے ہم پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئے مگر وہ ایسی چوٹیاں ہیں جو ہموار ہیں۔ اس طرح نہیں کہ کوئی چوٹی اونچی ہو اور کوئی نیچی۔ جیسے عام طور پر پہاڑوں کی چوٹیاں ہوتی ہیں بلکہ وہ سب ہموار ہیں جس کے نتیجہ میں پہاڑ پر ایک میدان سا پیدا ہو گیا ہے۔ وہاں مَیں نے دیکھا کہ ایک پادری کالا سا کوٹ پہنے کھڑا ہے اور پاس ہی ایک چھوٹا سا گرجا ہے۔ اس آدمی نے پادری سے کہا کہ باہر سے کچھ مسافر آئے ہیں انہیں ٹھہرنے کے لئے مکان چاہئے۔ وہاں ایک مکان بنا ہوا نظر آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پادری لوگوں کو کرایہ پر جگہ دیتا ہے۔ اس نے ایک آدمی سے کہا کہ انہیں مکان دکھا دیا جائے۔ وہ مجھے مکان دکھانے کے لئے لے گیا۔ ایک دو دوست اَور بھی ہیں۔ مَیں نے دیکھا کہ وہ کچا مکان ہے اور جیسے فوجی بارکیں سیدھی چلی جاتی ہیں اسی طرح وہ مکان ایک لائن میں سیدھا بنا ہوا ہے مگر کمرے صاف ہیں۔ مَیں ابھی غور ہی کر رہا ہوں کہ جو شخص مجھے کمرے دکھا رہا تھا اس نے خیال کیا کہ کہیں مَیں یہ نہ کہہ دوں کہ یہ ایک پادری کی جگہ ہے ہم اس میں نہیں رہتے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری عبادت میں کوئی روک پیدا ہو۔ چنانچہ وہ خود ہی کہنے لگا آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی کیونکہ یہاں مسجد بھی ہے۔ مَیں نے اسے کہا کہ اچھا مجھے مسجد دکھاؤ۔ اس نے مجھے مسجد دکھائی جو نہایت خوبصورت بنی ہوئی تھی مگر چھوٹی سی تھی۔ ہماری مسجد مبارک سے نصف ہو گی لیکن اس میں چٹائیاں اور دریاں وغیرہ بچھی ہوئی تھیں۔ اسی طرح ایک امام کی جگہ ایک صاف قالینی مصلّٰی بھی بچھا ہوا تھا۔ مجھے اس مسجد کو دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی اور مَیں نے کہا کہ ہمیں یہ جگہ منظور ہے۔ خواب میں مَیں نے یہ خیال نہیں کیا کہ مسجد وہاں کس طرح بنائی گئی ہے مگر بہرحال مسجد دیکھ کر مجھے مزید تسلی ہوئی اور مَیں نے کہا کہ اچھا ہوا

مکان بھی مل گیا اورساتھ ہی مسجد بھی مل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں باہر نکلا اور مَیں نے دیکھا کہ اِکّا دُکّا احمدی وہاں آ رہے ہیں۔خواب میں مَیں حیران ہوتا ہوں کہ مَیں نے تو ان سے یہاں آنے کا ذکر نہیں کیا تھا۔ان کو جو میرے یہاں آنے کا پتہ لگ گیا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ کوئی محفوظ جگہ نہیں۔چاہے یہ دوست ہی ہیں لیکن بہرحال اگر دوست کو ایک مقام کا علم ہو سکتا ہے تو دشمن کو بھی ہو سکتا ہے۔ محفوظ مقام تو نہ رہا۔ چنانچہ خواب میں مَیں پریشان ہوتا ہوں اورمَیں کہتا ہوں کہ ہمیں پہاڑوں میں اَور زیادہ دور کوئی جگہ تلاش کرنی چاہئے۔ اتنے میں مَیں نے دیکھا کہ شیخ محمد نصیب صاحب آ گئے ہیں۔ مَیں اس وقت مکان کے دروازے کے سامنے کھڑا ہوں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا مَیں نے ان سے کہا کہ لڑائی کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا دشمن غالب آ گیا ہے۔مَیں کہتا ہوں کہ مسجد مبارک کا کیا حال ہے۔ انہوں نے اس کا یہ جواب دیا کہ مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے۔مَیں نے کہا اگر مسجد مبارک کا حلقہ اب تک لڑ رہا ہے تب تو کامیابی کی امید ہے۔مَیں اس وقت سمجھتا ہوں کہ ہم تنظیم کے لئے وہاں آئے ہیں اور تنظیم کرنے کے بعد دشمن کو پھر شکست دے دیں گے۔

اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ کچھ اَور دوست بھی وہاں پہنچ گئے ہیں ان کو دیکھ کر مجھے اَور پریشانی ہوئی اور مَیں نے کہا کہ یہ تو بالکل عام جگہ معلوم ہوتی ہے۔ حفاظت کے لئے یہ کوئی خاص مقام نہیں۔ ان دوستوں میں ایک حافظ محمد ابراہیم صاحب بھی ہیں اَور لوگوں کو مَیں پہچانتا نہیں۔ صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ احمدی ہیں۔حافظ صاحب نے مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ بڑی تباہی ہے، بڑی تباہی ہے۔ پھر ایک شخص نے کہا کہ نیلے گنبد میں ہم داخل ہونے لگے تھے مگر وہاں بھی ہمیں داخل نہیں ہونے دیا گیا۔ مَیں نے تو نیلا گنبد لاہور کا ہی سنا ہوا ہے۔وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ کوئی اور بھی ہو بہرحال اس وقت مَیں نہیں کہہ سکتا کہ نیلے گنبد کے لحاظ سے اس کی کیا تعبیر ہو سکتی ہے۔ البتہ اِس وقت بات کرتے کرتے میرے دل میں خیال پیدا ہوا

کہ نیلا سمندر کا رنگ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کوئی خلیج ایسی ہو جسے انگریز محفوظ سمجھتے ہوں مگر وہاں بھی تباہی ہو۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے کوئی واقعہ بیان کرنا شروع کیا اور اسے بڑی لمبی طرز سے بیان کرنے لگے جس طرح بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ بات کو جلدی ختم نہیں کرتے بلکہ اسے بِلا وجہ طول دیتے چلے جاتے ہیں۔اسی طرح حافظ صاحب نے پہلے ایک لمبی تمہید بیان کی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ جالندھر کا کوئی واقعہ بیان کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں بھی بڑی تباہی ہوئی ہے اور ایک ''منشی'' کا جو غیر احمدی ہے اور پٹواری یا گرداور ہے، بار بار ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منشی جی ملے اور انہوں نے بھی اس طرح کہا مَیں خواب میں بڑا گھبراتا ہوں کہ یہ موقع تو حفاظت کے لئے انتظام کرنے کا ہے اور اس بات کی ضرورت ہے کہ کوئی مرکز تلاش کیا جائے۔انہوں نے منشی جی کی باتیں شروع کر دی ہیں۔چنانچہ میں ان سے کہتا ہوں کہ آخر ہوُا کیا؟ وہ کہنے لگے منشی جی کہتے تھے کہ ہماری تو آپ کی جماعت پر ہی نظر ہے۔میں نے کہا بس اتنی ہی بات تھی نا! کہ منشی جی کہتے تھے کہ اب ان کی جماعت احمدیہ پر نظر ہے۔یہ کہہ کر مَیں انتظام کرنے کے لئے اٹھا اور چاہا کہ کوئی مرکز تلاش کروں کہ میری آنکھ کھل گئی۔

خواب سے بیدار ہونے کے بعد اس کی تعبیر میرے ذہن میں یہ آئی کہ اس سے مراد کوئی مقامی فتنہ ہے جس میں دشمن سے ہماری جماعت کو کوئی نقصان پہنچے گا کیونکہ سارے نام اپنی جماعت سے تعلق رکھنے والے دوستوں کے ہی تھے مگر نو بجے کے قریب جب ریڈیو کی خبروں کی رپورٹ مجھے ملی اس وقت معلوم ہوُا کہ جاپان نے یکدم حملہ کر دیا ہے اور وہ بہت سا آگے بڑھ آیا ہے۔مَیں نے جیسا کہ بتایا ہے بعض دفعہ مقامی نظارے دکھائے جاتے ہیں مگر اُن سے مراد دُور کے نظارے ہوتے ہیں۔مسجد مبارک کے حلقہ کی طرف سے لڑائی جاری رہنے کا غالباً یہ مفہوم ہے کہ بعض انگریزی علاقے جاپانی گھیر لیں گے مگر انگریز برابر لڑتے رہیں گے

چنانچہ اب بھی بعض علاقے ایسے ہیں جن کے چاروں طرف جاپانی فوجیں پہنچ گئی ہیں۔ اگر ایسی حالت میں انگریزوں نے مقابلہ کو جاری رکھا تو امید ہے کہ ان کی شکست فتح سے بدل جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں کثرت سے غیب کی خبریں دی جاتی ہیں جن میں خطرات کی بھی خبریں ہوتی ہیں اور فتوحات کی بھی۔ مگر ان خوابوں سے یہ امر ضرور واضح ہوتا ہے کہ موجودہ جنگ کا احمدیت سے تعلق ہے۔ آخر وجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بار بار مجھے خبریں دی جاتی ہیں۔ آخر کوئی نہ کوئی ہماری جماعت سے بھی ان خبروں کا تعلق ہونا چاہئے۔ ورنہ بظاہر ہمارا اِس جنگ سے جو یورپ یا افریقہ یا امریکہ یا فرانس یا جرمنی وغیرہ میں ہو رہی ہے کیا تعلق تھا۔ اس قسم کی خبروں کا متواتر بتایا جانا اور ہر مرحلہ پر بتایا جانا ایک یقینی اور قطعی ثبوت ہے اس بات کا کہ اس جنگ کے خاتمہ کا احمدیت سے خاص تعلق ہے۔ آخر جب کوئی شخص کسی دوسرے کو کوئی خبر دیتا ہے تو اسی وجہ سے کہ اس خبر کا اس شخص سے کوئی تعلق ہوتا ہے۔ بغیر تعلق کے کبھی کوئی دوسرے کو خبر نہیں دیتا۔ کیا تم نے کبھی سنا کہ کوئی شخص دوسرے کو کہے کہ فلاں گاؤں میں جس کو تم نہیں جانتے، فلاں شخص جس کو تم نہیں جانتے، اس کا فلاں پوتا جس سے تم واقف نہیں فوت ہو گیا ہے۔ جب ایک عقلمند انسان بھی دوسرے کو وہی خبر دیتا ہے جس کا اس کے ساتھ تعلق ہو تو کس طرح خیال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو حکیم ہے وہ ہمیں ایسی خبریں دے رہا ہے جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پس لازماً ان خوابوں کا ہماری جماعت کے ساتھ تعلق ہے اور ہماری جماعت کا ان سے گہرا واسطہ ہے۔ اس لئے ہمارے لئے بہت ہی ہوشیاری اور بیداری کی ضرورت ہے کیونکہ ضرور ہے کہ وہ خطرات جن کی طرف خوابوں میں اشارہ کیا گیا ہے ہماری جماعت پر بھی کسی نہ کسی رنگ میں اثر انداز ہوں۔ پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ہماری باتوں کو پورا کرتا اور ہماری دعاؤں کو سنتا ہے تو ہمیں اَور بھی توجہ پیدا ہو جاتی ہے کہ

جب خدا تعالیٰ نے ہمیں دعا کا عظیم الشان ہتھیار دیا ہوُا ہے تو کیوں نہ اس موقع پر بھی ہم اس کو استعمال کریں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا مشاہدہ کریں۔

کیا چھوٹی سی بات تھی جو گزشتہ خطبہ جمعہ میں میرے مُنہ سے نکلی اور خدا تعالیٰ نے اسے چند دنوں کے اندر اندر پورا کر دیا۔ پچھلے جمعہ میں اسی منبر پر کھڑے ہو کر مَیں نے کہا تھا کہ ملک میں قحط کے آثار پائے جاتے ہیں جس کی ذمہ داری بہت حد تک گورنمنٹ پر ہے کیونکہ وہ دھمکیاں تو دیتی رہتی ہے کہ گندم مہنگی نہ کی جائے مگر عملاً کچھ نہیں کرتی۔ پس ایک طرف مَیں نے گورنمنٹ کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی اور دوسری طرف جماعت کو یہ کہا تھا کہ دوستوں کو دعائیں کرنی چاہئیں کہ اللہ تعالیٰ بارش برسا دے۔ آج جبکہ مَیں جمعہ کا دوسرا خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوں دوست دیکھ رہے ہیں کہ یہ دونوں باتیں پوری ہو گئی ہیں۔ گورنمنٹ نے بھی گندم کے نرخ پر کنٹرول کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بارش بھی بھیج دی ہے۔ اب کتنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں سنتا اور اس طرح سنتا ہے کہ لطف آ جاتا ہے۔ ایک لمبے عرصہ سے بارش رُکی ہوئی تھی مگر ادھر میں نے خطبہ پڑھا اور ادھر اس خطبہ کے چوتھے دن بارش ہو گئی۔ اسی طرح مَیں نے اِدھر خطبہ پڑھا اور اُدھر جمعہ کی شام کو گورنمنٹ کی طرف سے اعلان ہو گیا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے دوسرے جمعہ کے آنے سے پہلے پہلے ہماری دونوں خواہشوں کو پورا فرما دیا۔ ایک طرف گورنمنٹ سے اُس نے وہ بات منوا لی جو ہم چاہتے تھے اور دوسری طرف بارش نازل فرما دی۔ بہرحال ہمارا تجربہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنتا اور انہیں غیر معمولی طور پر قبول فرماتا ہے اور اس طرح ہمارے ایمانوں کی تازگی کے سامان بہم پہنچاتا رہتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے جس حد تک انبیاء کے درجہ سے نیچے اتر کر صلحاء و اولیاء کو کثرت سے غیب کی خبریں ملتی ہیں۔ اس کثرت کے ساتھ وہ ہمیں بھی اپنے غیب کی خبروں سے اطلاع دیتا رہتا ہے۔ دنیا میں بعض ایسے ایسے اولیاء بھی کہلاتے ہیں جنہیں تمام عمر میں صرف دو چار الہام ہوئے ہیں مگر ہمیں

تو خدا تعالیٰ ایک سال میں ہی بعض دفعہ سَو سَو خوابیں دکھا دیتا ہے یا الہام کر دیتا ہے یا کشوف ظاہر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہم سے یہ سلوک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ مَیں فطرتاً اور طبعاً دوسروں کو اپنی خوابیں سنانے کا عادی نہیں مگر اب جنگ کے حالات کی وجہ سے مجبوراً مجھے ان خوابوں کو بیان کرنا پڑتا ہے ورنہ ساری عمر ہی مَیں نے اپنی خوابیں دوسروں کو بہت کم سنائی ہیں۔ بعض دفعہ اپنی کسی بیوی یا دوست کو مَیں خواب بتا دیتا ہوں اور بیسیوں دفعہ میں اپنی بیویوں اور اپنے دوستوں کو بھی خوابیں نہیں بتاتا۔ مَیں سمجھتا ہوں یہ ماموروں کا کام ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی خوابیں دوسروں کو سنائیں۔ پس مجھے جو خوابیں آتی ہیں مَیں انہیں خدا تعالیٰ کا ایک راز سمجھتا ہوں جو میری ذات تک محدود ہوتا ہے اور میں اِسے بالعموم اپنی ذات تک ہی محدود رکھتا ہوں۔ مگر اس زمانہ میں یہ مجبوری پیدا ہو گئی ہے کہ جماعت کے دوستوں کو بیدار کرنے کے لئے مجھے اپنی خوابیں بیان کرنی پڑتی ہیں ورنہ طبعاً مَیں اپنی خوابیں بیان کرنے کا عادی نہیں۔

غرض مَیں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ ان نازک ایام میں وہ خصوصیت سے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان فتنوں اور مصائب کی تلخی کو ساری دنیا کے لئے ہی کم کرے اور ہماری جماعت کو خصوصیت سے ان تلخیوں سے محفوظ رکھے۔ پھر یہ بھی دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ اس جنگ کو اسلام اور احمدیت کے لئے مفید ثابت کرے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مومن بغیر تلخیوں کے اپنے کمال کو نہیں پہنچتا مگر خدا تعالیٰ نے جہاں یہ کہا ہے کہ مومن تلخیوں کے بغیر روحانیت میں ترقی نہیں کر سکتا وہاں اس نے ہمیں یہ دعا مانگنے کے لئے بھی کہا ہے کہ ایسی تلخیاں ہم پر وارد نہ ہوں جو ہماری حدِّ برداشت سے باہر ہوں۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے تم یہ دعا کیا کرو رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ [2] پس بے شک یہ صحیح ہے کہ تلخیوں کے بغیر مومن اپنے ایمان میں کامل نہیں ہو سکتا مگر جس خدا نے یہ کہا ہے اسی خدا نے یہ بھی کہا ہے کہ تم یہ دعائیں کیا کرو کہ الٰہی ہم پر ایسی تلخیاں نہ آئیں جو ہماری طاقتِ برداشت سے باہر ہوں۔ پس ان ایام

میں بہت ہی عجز اور انکسار کے ساتھ دعائیں کرو اور اپنے اندر خاص تبدیلی پیدا کرو۔ نمازوں میں باقاعدگی کے ساتھ جاؤ اور ہمیشہ نماز باجماعت پڑھنے کی کوشش کرو۔ اگر کوئی شخص ان ایام میں بھی نماز باجماعت پڑھنے میں سُستی کرتا ہے تو یہ کتنے افسوس کا مقام ہے۔ آجکل تو وہ دن ہیں کہ ہر شخص کے لئے موقع ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے ولی اللہ بن جائے۔ یوں تو ولایت کا دروازہ ہمیشہ ہی کھلا ہوتا ہے مگر تلخیوں کے اوقات میں ولایت کا دروازہ اَور زیادہ کھل جاتا ہے۔ چنانچہ دیکھ لو آرام کے وقت ماں بغیر کسی قسم کے خدشہ کے دُور چلی جاتی ہے۔ کئی ماں باپ یورپ میں اپنے بچوں کو تعلیم وغیرہ کے لئے بھیج دیتے ہیں۔ ہمارے ملک کے لوگ آرام کے دنوں میں حج کے لئے چلے جاتے ہیں مگر جس وقت بچہ تکلیف میں مبتلا ہو تو ماں اس کے سرہانہ سے نہیں اٹھتی۔ یہی حال اللہ تعالیٰ کا ہے جب اس کا کوئی بندہ مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ اس کے پاس آ بیٹھتا ہے۔ پس درحقیقت وہی موقع اللہ تعالیٰ کے وصال کا ہوتا ہے۔ جو لوگ ہوشیار اور ذہین ہوتے ہیں وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا لیتے ہیں اور جب خدا اُن کے قریب آ جاتا ہے تو جس طرح پنجابی میں "جپھّا مارنا" کہتے ہیں وہ خد تعالیٰ کو جپھّا مار لیتے ہیں اور اس کے دامن کو ایسا مضبوطی سے پکڑتے ہیں کہ پھر اسے مرتے دم تک نہیں چھوڑتے۔ آجکل کے ایام بھی ایسے ہی ہیں آج بھی مشکلات کا زمانہ ہے اور خدا تعالیٰ تمہارے قریب آ رہا ہے۔ پس وقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے بھینچ لو اور اسے کہو کہ اب تو تُو مل گیا ہے اب ہم تجھے کبھی جانے نہیں دیں گے۔

اس کے بعد مَیں ایک اور امر کی طرف دوستوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ مَیں نے خود تو نہیں دیکھا مگر "الفضل" میں مَیں نے ایک نہایت ہی ناپسندیدہ بات دیکھی ہے جو مولوی محمد علی صاحب کی طرف منسوب کر کے لکھی گئی ہے۔ مَیں جہاں تک ہو سکے دوسروں کی سخت کلامی برداشت کیا کرتا ہوں۔ اپنی نسبت دعویٰ کرنا تو فضول ہوتا ہے مگر آئندہ تاریخ یقیناً اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ مَیں نے

اپنے مدمقابل سے سختی کی ہے یا اس نے مجھ پر سختی کی ہے۔ بلکہ اگر لوگ چاہیں تو اس وقت بھی حالات کا مطالعہ کر کے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بہرحال مَیں اپنی طرف سے یہی کوشش کیا کرتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مخالفوں کے متعلق کبھی سخت الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ مگر دو چیزیں ہیں جن کو میرا نفس اس قدر برداشت نہیں کر سکتا جس قدر اپنی ذات کے متعلق اگر کوئی بات ہو تو مَیں برداشت کر لیا کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے درجہ میں اگر کمی کی جائے تو قدرتاً اور مذہبی طور پر بھی میرے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا مقابلہ کیا جائے۔ دوسری بات جو میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگر جماعت احمدیہ پر بحیثیت جماعت کوئی شخص حملہ کرے تو اس کی برداشت میرے لئے مشکل ہو جاتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں چند مواقع ہی ایسے پیش آئے ہیں جہاں ایسے معاملات میں مجھے جوش آیا ہے۔ ایک واقعہ تو اِسی وقت یاد آ گیا جو بہت پرانا ہے۔

جب ہمارا دفتر بن رہا تھا تو اس وقت اس کے لئے بہت سی چِقیں منگوائی گئیں جو بانس کی کھپچیوں کی بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ چِقیں بہت بھاری ہوتی ہیں اور اب بھی جس برآمدہ میں مَیں بیٹھا کرتا ہوں اس کے آگے پڑی ہوئی ہیں۔ وہ چقیں ایک گڈّے میں بھر کر منگوائی گئی تھیں۔ جو شخص چِقیں لانے کے لئے بھیجا گیا اس نے قادیان پہنچ کر رپورٹ کی کہ کسی نے راستہ میں چقیں چُرا لی ہیں۔ اب یہ ایک عجیب بات تھی اور ہمیں حیرت ہوئی کہ وہ چقیں چُرائی کس طرح گئی ہیں۔ چھ فٹ کے قریب وہ چوڑی تھیں، لمبائی بھی ان کی بہت کافی تھی اور اونچائی تو اس قدر تھی کہ گڈّا اُن سے بھرا ہوُا تھا۔ ایسی حالت میں اگر دو بلکہ تین آدمی بھی ہاتھوں کو پھیلا کر انہیں اٹھانا چاہتے تو نہیں اٹھا سکتے تھے۔ پس یہ خیال کر لینا کہ ان چِقوں کو کوئی شخص چُرا کر لے گیا ہے کسی طرح صحیح معلوم نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے امور عامہ والوں سے کہا کہ اس معاملہ کی تحقیق کی جائے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بٹالہ سے

اپنے گڈّے میں چِقیں بھر کر روانہ ہو اور انہیں کوئی شخص چُرا کر لے جائے اور اسے پتہ نہ لگے۔ انہوں نے تحقیق کے بعد اس پر ہرجانہ ڈال دیا۔ مجھے یاد نہیں کہ اس پر کتنا ہرجانہ ڈالا گیا۔ شاید وہ چقیں اَسّی روپیہ کی تھیں اور اس پر نصف رقم ہرجانہ کے طور پر ڈالی گئی یا اس سے کم قیمت کی تھیں اور ان کی نصف رقم اس پر بطور ہرجانہ ڈالی گئی۔ وہ ایک گاؤں کا رہنے والا تھا جب اس پر یہ ڈنڈ پڑا تو اس کی بیوی میرے پاس شکایت لے کر آئی اور کہنے لگی کہ ہم پر بڑا ظلم ہوا ہے اتنی رقم ڈال دی گئی ہے۔ مَیں نے کہا کہ تم خود ہی سوچو کہ یہ کتنے اندھیر کی بات ہے کہ اتنی بڑی چیز جس سے گڈّا بھرا ہوا تھا وہ رستہ میں ہی گم ہو جائے۔ لازمی بات یہ ہے کہ یا تو اس نے خود وہ چقیں فروخت کر دی ہیں اور یا پھر وہ گڈّا چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہو گا اور کئی گھنٹے غائب رہا ہو گا بعد میں ان چقوں کو کئی افراد اٹھا کر لے گئے۔ اس صورت میں بھی تم پر ہی غفلت کا الزام آتا ہے۔ وہ کہنے لگی یہ بالکل غلط ہے۔ نہ اس نے چقیں فروخت کی ہیں اور نہ وہ گڈے کو چھوڑ کر کئی گھنٹے غائب رہا۔ وہ صرف پانی پینے کے لئے ایک کنوئیں پر گیا تھا دو منٹ کے بعد واپس آیا تو چقیں غائب تھیں۔ مَیں نے کہا یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکتی اور مَیں تمہاری سفارش کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس پر اُس عورت نے جوش میں کہہ دیا "تُہاڈے احمدی ہی چور ہوندے ہین، اُنہاں نے ہی چُرائیاں ہین" یعنی احمدی ہی چور ہوتے ہیں اور انہوں نے ہی چقوں کو چُرایا ہو گا۔ اب باوجود اس کے کہ مَیں ایک عورت سے گفتگو کر رہا تھا اس وجہ سے کہ اس نے جماعت پر حملہ کیا تھا مجھے طیش آ گیا اور مَیں نے کہا مائی تم عورت ہو وَرنہ مَیں اسی وقت تمہیں اپنے گھر سے نکلوا دیتا۔ خیر وہ چلی گئی مگر اس کے بعد مجھے اس فقرہ کا سخت صدمہ ہوا اور مَیں نے خیال کیا کہ گو اس عورت نے نادانی سے ایک بات کہی تھی مگر مجھے یہ فقرہ نہیں کہنا چاہئے تھا۔ چنانچہ بعد میں مَیں نے اس کی طرف اپنا ایک آدمی بھجوایا اس سے معافی مانگی اور اسے کچھ روپیہ بھی دیا۔ اب اس غصہ کی وجہ یہی تھی کہ جماعت پر اس نے ناواجب حملہ

کیا تھا ورنہ میرے متعلق اگر وہ کوئی بات کہتی تو مَیں اس کی پرواہ بھی نہ کرتا۔

مولوی محمد علی صاحب نے بھی حال ہی میں جماعت احمدیہ پر ایسا ہی حملہ کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قادیان کی جماعت کے متعلق جو دس ہزار کے قریب ہے کہا ہے کہ قادیان کے رہنے والے تو منافق ہیں۔ جماعت کے اصل لوگ وہ ہیں جو باہر رہتے ہیں قادیان کے رہنے والے تو تمہارے لَڑ لگے ہوئے اور ممنونِ احسان ہیں، وہ تمہیں چھوڑ نہیں سکتے۔ مولوی صاحب کے الفاظ جو "الفضل" نے نقل کئے ہیں یہ ہیں: "ان کی جماعت وہ تو نہیں جو قادیان میں ہے۔ وہ تو ان کے ملازمین اور ایسے لوگ ہیں جن کی ضروریات ان سے وابستہ ہیں۔ جماعت تو وہ چیز ہے جو اس سلسلہ کو قائم رکھنے والی ہے۔ بیرونی لوگ جو جلسہ پر آئے ہیں اصلی جماعت وہ ہیں۔"

"الفضل" نے اس کا نہایت ہی معقول جواب دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو قادیان میں رہنے کی تعلیم دی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص سب کچھ چھوڑ کر اِس جگہ آ کر آباد نہیں ہوتا یا کم سے کم یہ تمنّا دل میں نہیں رکھتا وہ منافق ہے۔ اور مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک جو لوگ قادیان میں آ بسے ہیں وہ منافق ہیں۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جتنی باتیں بیان فرمائی تھیں۔ غیر مبائعین کے نزدیک وہ سب بدلتی جاتی ہیں۔ نبوت کے مسئلہ میں انہوں نے تبدیلی کی، کفر و اسلام کے مسئلہ میں انہوں نے تبدیلی کی، خلافت کے مسئلہ میں انہوں نے تبدیلی کی اور اب قادیان کی رہائش کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جو ارشادات ہیں ان کی انہوں نے بے قدری کرنی شروع کر دی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کی محبت اتنی ضروری قرار دی ہے کہ آپ فرماتے ہیں جو شخص قادیان میں آ نہیں سکتا اُسے کم سے کم یہاں آنے کی خواہش اور تمنا اپنے دل میں ضرور رکھنی چاہئے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک قادیان میں آنا منافقت میں مبتلا ہونا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نعوذ باللہ اپنی جماعت کے لوگوں کو منافق بننے کا یہ گُر بتایا تھا اور بجائے اِس

کے کہ آپ لوگوں کے دلوں میں ایمان قائم کرتے آپ نے قادیان آنے کی تعلیم دے کر ان کے لئے منافقت کا رستہ کھول دیا تھا۔ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج قادیان میں دس ہزار کے قریب جماعت احمدیہ کے افراد پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کس کی یہاں جائدادیں تھیں یا کس کے ماں باپ یہاں کے رہنے والے تھے؟ وہ اسی لئے آئے کہ خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل نے کہا تھا کہ قادیان آؤ اور یہاں آ کر رہو۔3 مگر یہاں آ کر بقول مولوی محمد علی صاحب انہیں منافقت کا تمغہ مل گیا اور یہ انہیں اس بات کی سزا ملی کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات کیوں مانی تھی۔ غرض قادیان میں رہنے والوں کے متعلق یہ اتنا بڑا اتّہام اور بہتان ہے کہ خود مولوی محمد علی صاحب بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے۔

اول تو یہی دیکھ لو کہ قادیان میں انجمن کے ملازم کتنے ہیں۔ قادیان میں دس ہزار احمدی بستے ہیں ان میں سے ملازم زیادہ سے زیادہ سَو دو سَو ہوں گے۔ اگر ان کے ساتھ ان کے بیوی بچوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو پانچ چھ سو بن جائیں گے۔ ان کے علاوہ چھ سات ہزار وہ لوگ ہیں جو زمیندار ہیں یا پیشہ ور ہیں اور ایک اچھی خاصی تعداد اُن لوگوں کی ہے جن کے باپ بھائی یا خاوند وغیرہ گورنمنٹ کی ملازمت میں ہیں اور انہوں نے اپنے بچوں یا دوسرے عزیزوں کو قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔ ان پر بھلا انجمن کا کیا دباؤ ہو سکتا ہے یا میرا اِن پر کیا دباؤ ہو سکتا ہے؟ وہ تو خود چندے دیتے اور سلسلہ کے لئے قربانیاں کرتے ہیں۔ بہرحال کثرت ان لوگوں کی ہے جو پنشن یافتہ ہیں یا پیشہ ور ہیں یا زمیندار وغیرہ ہیں یا پھر قادیان میں وہ لوگ رہتے ہیں جن کے باپ اور بھائی وغیرہ گورنمنٹ کی ملازمت میں ہیں اور وہ انہیں تعلیم کے لئے اخراجات بھیج دیتے ہیں یا اگر وہ پڑھتے نہیں تو ان کا گزارہ بہرحال اپنے باپ یا بھائی کی آمد پر ہے۔ اس قسم کے تمام لوگ کون سے جماعت کے دباؤ کے ماتحت ہیں اور کس طرح یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ قادیان کی جماعت

نعوذ باللہ اتنی گندی ہو گئی ہے کہ محض چند پیسوں کی خاطر اس نے اپنے دین اور ایمان کو بیچ دیا ہے۔ گویا ساری قوموں میں یہ طاقت ہے کہ وہ کسی کی نوکری کریں تو اپنے عقائد کو بھی قائم رکھ سکیں مگر احمدیوں میں یہ طاقت نہیں ہے۔ باقی لوگ تو غیر احمدیوں کی بھی نوکریاں کرتے ہیں، آریوں کی بھی نوکریاں کرتے ہیں، سکھوں کی بھی نوکریاں کرتے ہیں، انگریزوں کی بھی نوکریاں کرتے ہیں اور پھر اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں مگر مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک احمدی اتنی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ وہ کسی کی نوکری کرنے کے ساتھ ہی اپنے دین اور ایمان کو بھی فروخت کر دیتے ہیں۔ خود پیغامیوں میں ایک خاص طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو گورنمنٹ کی ملازمت میں ہے۔ مگر ان کے نزدیک گورنمنٹ کی ملازمت ان کے اعتقادات پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ میاں غلام رسول صاحب تمیم، میاں محمد صادق صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، ڈاکٹر بشارت احمد صاحب یہ سب عیسائی حکومت کے ملازم تھے۔ کیا یہ سب ان ایام میں عیسائی ہو گئے تھے یا عیسائیوں کی ہاں میں ہاں ملانے لگ گئے تھے؟ کیا اِس وقت جو لوگ انجمن اشاعت اسلام کے ملازم ہیں وہ سب کے سب مولوی صاحب کے تجربہ کے مطابق منافق ہیں کیونکہ وہ مولوی صاحب اور ان کی انجمن کے لڑ لگے ہوئے ہیں۔ اگر مولوی صاحب کے نزدیک یہ لوگ منافق نہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ لوگ تو انگریزوں یا انجمن اشاعت اسلام کی ملازمت کر کے منافق نہ ہوئے مگر قادیان کے احمدی صدر انجمن احمدیہ کی ملازمت کر کے اپنے ایمان کو سلامت نہیں رکھ سکتے۔ اگر صدر انجمن احمدیہ کی نوکری کرنے سے عقیدہ بھی بدل جاتا ہے تو پیغامیوں میں سے جتنے لوگ گورنمنٹ کے ملازم ہیں ان سب کے متعلق یہ سمجھا جانا چاہئے کہ وہ عیسائی ہیں۔ کیونکہ مولوی محمد علی صاحب کے اس اصل کے مطابق یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ گورنمنٹ کے ملازم ہو کر انہوں نے اپنے ایمان کو محفوظ رکھا ہو۔ پھر میں کہتا ہوں مولوی محمد علی صاحب کو اپنا تجربہ بھی یاد ہونا چاہئے۔ اب تو قادیان کی آبادی کا ایک کثیر حصہ ایسا ہے جو صدر

انجمن احمدیہ کا ملازم نہیں مگر جب مولوی محمد علی صاحب قادیان میں رہتے تھے تو یہاں کے اَسّی فیصدی انجمن کے نوکر یا ان نوکروں سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے اور مولوی محمد علی صاحب کو یاد ہو گا کہ باوجود اس کے کہ وہی سیکرٹری تھے اور باوجود اس کے کہ خزانہ ان کے پاس تھا قادیان کے لوگوں نے مولوی صاحب کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ جب ایمان کا معاملہ آیا تو اِنہی قادیان والوں نے جس طرح مکھی کو دودھ سے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح انہوں نے مولوی محمد علی صاحب کو نکال کر باہر کر دیا۔ حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جن کے مال اور جن کی جانیں اسی طرح مولوی محمد علی صاحب کے قبضہ میں تھیں جس طرح اب وہ ہمارے متعلق کہتے ہیں کہ ہمارے قبضہ میں لوگوں کے مال اور ان کی جانیں ہیں۔ اگر اس وقت قادیان والوں نے ایمان کے معاملہ میں کسی قسم کی کمزوری نہیں دکھائی تو اب وہ کس طرح خیال کر سکتے ہیں کہ قادیان کے رہنے والے ایمان کے معاملہ میں کمزوری دکھاتے اور منافقت سے کام لیتے ہیں۔ ان کو تجربہ ہے کہ قادیان والوں نے اپنے ایمان کو فروخت نہیں کیا تھا بلکہ جب انہیں معلوم ہؤا کہ اب دین اور ایمان کا سوال پیدا ہو گیا ہے تو انہوں نے مقابلہ کیا اور اس بات کی انہوں نے کوئی پرواہ نہ کی کہ وہ صدر انجمن احمدیہ کے ملازم ہیں۔ پھر مَیں مولوی محمد علی صاحب سے کہتا ہوں مولوی صاحب! آپ بھی قادیان کی نوکری کرتے رہے ہیں۔ کیا اس وقت آپ کا ایمان بگڑا ہؤا تھا یا سلامت تھا؟ آپ تو اس وقت اڑھائی سو روپیہ ماہوار تنخواہ لیا کرتے تھے۔ جن پر آپ اعتراض کر رہے ہیں ان میں سے اکثر تو بیس تیس چالیس لینے والے ہیں مگر آپ اڑھائی سو روپیہ ماہوار وصول کیا کرتے تھے۔ پس آپ بتائیں کہ آپ کے اعتقاد کا اس وقت کیا حال تھا۔ پھر ہمارے اعتقادات کے بدلنے کا تو ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں مگر مولوی محمد علی صاحب کے متعلق ہمارے پاس اس بات کا قطعی اور یقینی ثبوت موجود ہے کہ جب تک وہ قادیان سے اڑھائی سو روپیہ ماہوار تنخواہ لیتے رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو نبی کہتے کہتے ان کی زبان خشک

ہوتی تھی مگر جب وہ اڑھائی سو روپیہ ماہوار ملنے بند ہو گئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کو مجدد کہنے لگ گئے۔ گویا خدا تعالیٰ نے دونوں نمونے ان کے سامنے پیش کر دیئے۔ یعنی جن لوگوں پر وہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ صدر انجمن احمدیہ کے ملازم ہیں اور اس وجہ سے وہ اصل جماعت احمدیہ نہیں ہیں ان کے سامنے تو جب ایمان کا سوال آیا وہ سینہ تان کر سامنے آ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم ایمان کے معاملہ میں کسی کی پرواہ کرنے کے لئے تیار نہیں۔ خواہ وہ صدر انجمن احمدیہ کی اکثریت یا اس کا سیکرٹری ہی کیوں نہ ہو مگر دوسری طرف مولوی صاحب کا اپنا نمونہ یہ ہے کہ جب تک وہ اڑھائی سو روپیہ ماہوار تنخواہ لیتے رہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی کہتے رہے مگر جب لاہور چلے گئے تو مجدد کہنے لگ گئے۔ جس شخص کے ایمان کا یہ حال ہو کہ وہ اڑھائی سو روپیہ کے بدلے کسی کو نبی کہنے کے لئے تیار ہو جائے اور عدالتوں میں قسمیں کھا کھا کر کہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نبی تھے اسے یہ کس طرح زیب دیتا ہے کہ وہ دوسروں پر طعنہ زنی کرے۔ پھر جس شخص کو اُس دن کی روٹی بھی اسی ترجمہ کے طفیل ملی ہو جو اس نے قادیان میں بیٹھ کر اور جماعت احمدیہ سے تنخواہ پا کر کیا تھا اس کو کب یہ زیب دیتا ہے کہ وہ قادیان والوں کی عیب چینی کرے۔ حالانکہ اس نے اس روز صبح کو جو ناشتہ کیا تھا وہ بھی اسی ترجمہ کے طفیل تھا جو اس نے قادیان میں باقاعدہ تنخواہ لے کر کیا اور اس نے اس روز جو روٹی کھائی تھی وہ بھی اسی ترجمہ کے طفیل تھی جو اس نے قادیان میں تنخواہ پا کر کیا اور اس نے اس روز جو کپڑے پہنے تھے وہ بھی اسی ترجمہ کے طفیل تھے جو اس نے قادیان میں تنخواہ پا کر کیا۔ کیونکہ اس کا کون انکار کر سکتا ہے کہ جس ترجمہ کے کمیشن پر مولوی صاحب کا گزارہ ہے وہ ترجمہ مولوی صاحب نے اپنے گھر سے کھا کر نہیں کیا بلکہ صدر انجمن احمدیہ سے تنخواہ لے کر اور اس کی خریدی ہوئی لائبریری کی مدد سے کیا تھا۔ (جس لائبریری کو وہ بعد میں دھوکا دے کر کہ مَیں چند روز کے لئے لے جاتا ہوں غصب کر بیٹھے ہیں۔) ایسا انسان بھلا کس مُنہ سے یہ کہہ سکتا ہے کہ قادیان

والے منافق ہیں۔ مولوی صاحب نے شاید سمجھا ہو گا کہ باہر والے اتنے کمزور ہیں کہ جب وہ یہ سنیں گے کہ قادیان والوں کو انہوں نے اصل جماعت احمدیہ قرار نہیں دیا بلکہ اصل جماعت احمدیہ باہر کے رہنے والوں کو قرار دیا ہے تو وہ خوش ہو جائیں گے مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ ان سے پہلے اَور بھی بعض لوگ اس قسم کی باتوں سے تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ چنانچہ مدینہ میں ایک شخص نے ایک دفعہ انصار اور مہاجرین میں تفرقہ پیدا کرنے کے لئے کہہ دیا تھا کہ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا 4 ارے یہ لوگ روٹیاں کھانے کے لئے یہاں بیٹھے ہیں تم ذرا اِن کی روٹیاں تو بند کرو پھر دیکھو گے کہ کس طرح یہ لوگ یہاں سے بھاگ نکلتے ہیں۔ مگر جانتے ہو یہ بات کہنے والے کا کیا حشر ہوا۔ اسی کا بیٹا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کے فعل پر لعنت ڈالی۔ پس مولوی محمد علی صاحب کو بھی یاد رہے کہ ان کا یہ حملہ جو انہوں نے قادیان کی جماعت احمدیہ پر کیا ہے۔ اس سے باہر کے لوگ خوش نہیں ہوں گے بلکہ باہر کی جماعتیں خود اس حملہ کا جواب دیں گی اور وہ ان کی تائید نہیں کریں گی بلکہ ان کے اس دعویٰ کی پُر زور تردید کریں گی۔ کیونکہ ان کا اخلاص اس بات کا تقاضا کرتا ہے اور ان کے دل اس حسرت سے پُر ہیں کہ کاش انہیں بھی قادیان میں رہنے کی توفیق ملتی۔ وہ قادیان میں آنے کو نفاق نہیں سمجھتے بلکہ ایمان اور اخلاص کی علامت سمجھتے ہیں۔ پس ان کی یہ چال بھی اسی طرح رائیگاں جائے گی اور اسی طرح ان کے لئے حسرت کا سامان پیدا کرے گی جس طرح ان کی پہلی چالیں رائیگاں جاتی رہی ہیں اور ہمیشہ ان کے لئے حسرت کا سامان پیدا کرتی رہی ہیں۔"

(الفضل 21 دسمبر 1941ء)

---

1 آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 453 (ترجمہ از عربی)

2 البقرة: 287

3 بدر یکم دسمبر 1903ء و الحکم 30 نومبر 1903ء

4 المنافقون: 8